⊙ ڈاکٹر رحمت علی شاد

پرنسپل، گورنمنٹ بوائز ایسوسی ایٹ کالج، کمیر ٹاؤن، ساہیوال

⊙⊙ زینت النسا چودھری

پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ اردو، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور

یونس متین کی شاعری کا فکری و فنی نظام

Abstract:

Younis Mateen has been fond of poetry since his childhood. His main identity is that of a poet, but he has proved his mettle by experimenting in various genres. In addition, more than a dozen of his books have been published and more than two dozen books are still in print. He has also created a poetic travelogue which is his own example. He is a poet with a style. His poetic style is characterized by simplicity, smoothness, fluency, expressing power and eloquence. His poems are aesthetic and thought-provoking. The main purpose of his poetry is to acquaint the reader with new pleasures. His lyric poems have unique moods and unique spirituality. He has adhered to the tradition in his poetry and has also devised a new style due to which his poetry can be considered as a combination of tradition and innovation.

Keywords:

Poetry, Identity, Simplicity, Smoothness, Fluency, Expressing, Lyric

ماحول اور خاندان یقیناً فنکار کی شخصیت پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ جسمانی، ذہنی، جذباتی اور سماجی خوبیاں مل کر لکھاری کی شخصیت بناتی ہیں اور یہ شخصیت اپنے ماحول اور خاندان کو متاثر کرتی ہے اور اگر ہم کسی ادیب کے سوانحی حالات سے بھی جانکاری حاصل کر لیں تو اس کی تحریروں کو سمجھنا اور بھی آسان ہو جاتا ہے اور اس طرح اس کے کلام کے فنی و فکری معائب و محاسن سے بخوبی آگاہی بھی حاصل کی جا سکتی ہے۔ یونس متین ادبی حلقوں میں اپنی ایک الگ پہچان رکھتے ہیں؛ اب ان کے فنی، فکری اور سوانحی حالات کے متعلق تفصیلی مباحث زیر بحث لائے جائیں گے۔ یونس متین کے شناختی

کارڈ پر درج معلومات کے مطابق:

''ان کا پورا نام یونس متین ہے۔ یونس متین عارف والا کے ایک ٹاؤن ایف بلاک میں پیدا ہوئے۔ شناختی کارڈ پر ان کی تاریخ پیدائش ۴ جون ۱۹۵۷ء درج ہے۔''(۱)

یونس متین کی تربیت میں ان کے والد مرزا دین محمد کا بہت حصہ ہے۔ ان کے والد ایک حساس، ذہین اور نرم دل کے مالک تھے اور بعد میں یہی صفات یونس متین میں منتقل ہو گئیں۔ مرزا دین محمد جہاں دیدہ اور سنجیدہ مزاج بزرگ تھے اُن کا کہنا یہ تھا کہ اولاد کی جسمانی تربیت کے ساتھ ساتھ ذہنی اور روحانی غذا کا بھی خاطر خواہ انتظام کرنا چاہیے۔ ویسے تو یونس متین کا گھریلو ماحول مذہبی تھا لیکن شعری ذوق کی بدولت ان کا اپنا مزاج رومانوی بھی تھا؛ انھیں اپنے شہر عارف والا کے گلی کوچوں سے بھی بہت پیار ہے؛ جس کا اظہار انھوں نے اپنے کلام میں متعدد جگہوں پر کیا ہے۔ انھوں نے عارف والا سے حاصل شدہ ان مشاہدوں کو اپنی تعلیم اور تجربے کی بھٹی میں پکا کر شاعری کو کندن کی صورت میں ڈھالا ہے۔

۲۹ دسمبر ۱۹۸۹ء میں یونس متین رشتہ ازدواج سے منسلک ہو گئے۔ اُن کی اہلیہ نسیم بیگم رشتہ میں ان کی ماموں زاد ہیں۔ یہ شادی خاص طور پر والدین کی مرضی سے اور نہایت سادگی سے ہوئی تھی۔ ان کے پانچ بچے؛ جن میں تین بیٹیاں دو بیٹے ہیں۔ یونس متین خلیق اور متوازن شخصیت کے مالک ہیں۔ انھوں نے شعری سفر کا آغاز چھوٹی عمر سے ہی کر دیا تھا اور نظموں، غزلوں اور سفرناموں میں بطورِ خاص طبع آزمائی کی۔ ان کی مذکورہ کتابیں اردو اور پنجابی دونوں زبانوں میں ہیں۔ یونس متین کو شاعری کا شوق بچپن سے ہی تھا وہ جب نہم کلاس میں پہنچے تو کئی رسالوں اور جریدوں کے علاوہ ''آداب عرض'' اور ''سلام عرض'' میں باقاعدہ طور پر ان کی نظمیں چھپنا شروع ہو گئیں۔ ان کی تصانیف اور شاعری پر قارئین کے خطوط اور تبصرے بھی چھپنا شروع ہو گئے؛ انہی دنوں یونس متین نے علامہ اقبال لائبریری عارف والا کے مرکزی ہال میں مجلس اقبال کے زیراہتمام ہفتہ وار تنقیدی نشستوں میں شمولیت اختیار کر لی تھی۔ مذکورہ تنقیدی نشستوں میں تسلسل سے جانے کی وجہ سے قاضی حبیب الرحمٰن اور قاضی ظفر اقبال سے دوستی ہو گئی؛ ان کی یہ دوستی یونس متین کے شعری شعور میں اضافے کا سبب بنی۔ ان کے علاوہ زعیم رشید، قاضی سلطان اور عباس عارفی کے ساتھ ان کا زیادہ وقت گزرا ہے۔ یونس متین نے دیوانِ غالب سے لذت اور نیا کیف پایا اور دیوانِ غالب کے اشعار کی نئی نئی تشریحات ان پر کھلتی گئیں اور وہ ان کی شاعری سے فیض حاصل کرتے رہے اور اس طرح سیکھنے کا عمل مسلسل جاری رہا۔ یونس متین نے زیادہ تر نظمیں لکھی ہیں۔ ان کی زندگی کا یادگار مشاعرہ رحیم یار خان میں منعقد ہوا جس میں ملک کے نامور شعرا نے شرکت کی۔ ان شعرا میں احمد فراز، بیدل حیدری، انور مسعود، عطاء الحق قاسمی اور امجد اسلام امجد جیسی معروف شخصیات شامل تھیں۔ پی سی ہوٹل لاہور میں منعقدہ ایک مشاعرے میں یونس متین کی ملاقات احمد فراز سے ہوئی اور اسی ہوٹل میں کلامِ شاعر بہ زبانِ شاعر سننے کو ملا اور پھر احمد فراز سے اکثر مشورہ سخن رہنے لگا؛ اسی طرح یونس متین کی احمد فراز سے بھی دوستی ہو گئی۔

یونس متین نے سفرنامہ کے حوالے سے پہلی نظم سلوانا لکھی پھر اپنے دوست قاضی حبیب الرحمٰن کی فرمائش پر منظوم سفرنامہ مکمل کیا جو کہ اپنی مثال آپ ہے۔ یہ سفرنامہ ۱۹۸۸ء میں پایہ تکمیل تک پہنچا لیکن اس کی اشاعت ۱۹۹۱ء میں ہوئی۔ یہ یورپ کا منظوم سفرنامہ ہے۔ مذکورہ سفرنامہ کا نام ''ایک چکر ہے میرے پاؤں میں'' ہے۔ یونس متین نے یہ نام غالب

کے ایک مشہور شعر سے لیا ہے جو مذکورہ سفر نامہ کے سرورق پر درج ہے:

مانع دشت نوردی کوئی تدبیر نہیں

ایک چکّر ہے مرے پاؤں میں زنجیر نہیں(۲)

اس سفر نامہ کے بعد یونس متین کا ادبی سفر جاری رہا ان کے متعدد شعری مجموعے منظرِ عام پر آئے اور بیسیوں زیرِ طبع ہیں۔ آہستہ آہستہ ان کا شمار پاکستان کے معروف شعرا میں ہونے لگا ہے۔ اب یہاں پر ان کی مطبوعہ کتب کا مختصر مگر جامع تعارف پیش کیا جا رہا ہے۔ یونس متین کا پہلا منظوم سفر نامہ ''ایک چکر ہے مرے پاؤں میں'' ہے جو ۱۹۸۸ء میں مکمل ہوا اور ۱۹۹۱ء میں آئینہ ادب لاہور سے شائع ہوا۔ یورپ کے متعلق یہ سفر نامہ ۲۰۰ سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ منظوم سفر نامہ آٹھ نظموں پر مشتمل ہے۔ اس کی پہلی نظم ''سلوانا'' اور آخری نظم '' قلوپطرہ کے حضور'' کے نام سے ہے۔ اس سفر نامہ کے آغاز سے اختتام تک یونس متین؛ پروفیسر حبیب الرحمٰن کے ساتھ ہیں۔ اسی حوالے سے مذکورہ سفر نامے کے آغاز میں اظہارِ تشکر میں یونس متین لکھتے ہیں:

''میں بے حد ممنون ہوں اپنے دوست پروفیسر قاضی حبیب الرحمٰن کا جو آغاز سے لے کر انجام تک اس کتاب کے سفر میں میرے شریکِ سفر رہے۔'' (۳)

دوستوں کے اصرار پر لکھا جانے والا یہ منظوم سفر نامہ جب مکمل ہوا تو یونس متین نے لا کر اپنے دوست عطاء الحق قاسمی کے ڈرائینگ روم میں ٹیبل پر رکھ دیا۔ عطاء الحق قاسمی نے وہیں بیٹھے بیٹھے اس کی ورق گردانی شروع کر دی۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد سر اُٹھا کر کہنے لگے:

''یار یونس! اسے ضرور چھپنا چاہیے میرے خیال میں یہ ایک نیا تجربہ ہے۔''(۴)

یونس متین کی دوسری کتاب ''داستان گو'' ہے۔ یہ کتاب تقریباً ڈیڑھ سو صفحات پر مشتمل ہے؛ جو نومبر ۲۰۱۱ء میں کائنات پبلی کیشنز لاہور سے شائع ہوئی۔ مذکورہ کتاب ۴۱ نظموں پر مشتمل ہے۔ آغاز میں یونس متین نے داستان گو کی پسِ داستان شائع کی اور پہلی نظم ''نیا حکم نامہ'' اور آخری نظم ''شہرِ اصنام'' ہے۔ یہ ایک دلچسپ کتاب ہے اور پڑھنے والے کو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے وہ کوئی داستان پڑھ رہا ہو۔ داستان گو کے موضوعات میں ایک نمایاں علامت ''جبر'' ہے؛ اسی لیے یونس متین زندگی میں تحریک کے قائل ہیں۔ تاریخ، تہذیب اور مذہب سے تعلق رکھنے والی کہانیاں ہمیں اپنی طرف بلاتی ہیں۔ داستان گو کی خاص نظمیں جو کہ مشرف کے مارشل لاء دور کے سیاہ جبر کی عکاسی کرتی ہیں مثلاً خطِ جمہوریت، اپاہج میرا لہو، اندھی آہٹیں، ہمارے ساتھ اک سولی بنائیں گے وغیرہ وغیرہ ہیں۔ داستان گو میں بہت سی داستانیں ہیں ایسی داستانیں جو کہ ہمارے معاشرے سے ہی بنی ہیں؛ ہوسکتا ہے ان داستانوں میں ایک داستان ہماری بھی ہو؛ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ داستان گو کی خوشبو کافی عرصہ تک ادب میں مہکتی رہے گی۔ یونس متین کی ایک اور کتاب ''نتاشا'' ہے جو دسمبر ۲۰۱۵ء میں نظمیہ پبلی کیشنز لاہور سے شائع ہوئی۔ اس کتاب میں ۴۸ نظمیں ہیں اور اسی کتاب کے آخر میں یونس متین کے دوست صنم گل دوسووا، رانا طارق سندھی، ڈاکٹر کیول دھیر اور پروفیسر عبدالقدیر مرزا کے تاثرات قلم بند ہیں۔ نتاشا وسط ایشیائی ریاستوں کے حوالے سے لکھی گئی نظموں پر مشتمل ایک شاہکار کتاب ہے جو وسط ایشیائی ریاست قازقستان (الماتا)

کے سفر کے حوالے سے ہے۔نتاشا کے شروع میں درج ایک شعر سے اندازہ ہوتا ہے کہ یونس متین اپنے وطن سے کس قدر محبت کرتے ہیں بلکہ بتاتے ہیں کہ دیارِ غیر میں جا کر وطن کی یاد اور تڑپانے لگتی ہے:

میں رو دیا درودیوار سے لپٹ کے متین
دیارِ غیر میں جب اپنے گھر کی یاد آئی(۵)

نتاشا دراصل قازقستان (الماتا) میں ایک خوب صورت لڑکی کا نام ہے جو یونس متین کو قازقستان کی جھیل ''کپچہ گائی'' پر ملی تھی۔نتاشا نے قازقستان میں یونس متین کی ہر لحاظ سے رہنمائی کی اسی وجہ سے یونس متین نے اس لڑکی کے حوالے سے ایک نظم بھی لکھی ہے ۔یونس متین کی مذکورہ کتاب نتاشا الفارابی قازگو یونیورسٹی کے سلیبس میں بھی شامل ہے۔بہت سے مشاہیرادب وسط ایشیائی ریاستوں کا سفر کر چکے ہیں کیوں کہ یہاں سمرقند، بخارا کے قصے اور کہانیاں ملتی ہیں اور ان ریاستوں کے پس منظر میں لکھے گئے سفر نامے بھی اردو ادب کا حصّہ ہیں۔یونس متین نے ان ریاستوں کو مرکز مان کر نظموں کا جو رنگین دائرہ کھینچا ہے اسی رنگین دائرے کا نام ''نتاشا'' ہے۔یونس متین کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ یورپ کے متعلق پہلا منظوم سفر نامہ ''ایک چکر ہے مرے پاؤں میں'' انہی کا تخلیق کردہ ہے۔یونس متین کے کام کو سراہتے ہوئے ان کے دوست رانا طارق سندھی لکھتے ہیں:

''یونس متین ایک بڑا شاعر ہے اور اس کا نام بلا شبہ نظم گو شاعروں میں سرِفہرست آئے گا۔اس کی شاعری کی مسافرت صدیوں میں اور تاریخ میں اپنا مقام رکھتی ہے۔''(۶)

یونس متین کی ایک اور کتاب ''مالاکو مالاکو'' ایک نثری سفر نامہ قازقستان ہے جو نظمینہ پبلی کیشنز لاہور سے دسمبر۲۰۱۵ء میں شائع ہوا۔اس کتاب کے ۲۰۰صفحات ہیں۔مالاکو مالاکو سفر نامہ میں وسط ایشیائی ریاستوں کے دریچے وا ہوئے تو اظہار اور اسلوب کا نیا پیکر سامنے آیا۔۱۹۹۲ء میں یونس متین کو وسط ایشیائی ریاستوں میں جانے کا اتفاق ہوا۔اپنے قیام کے دوران وہ ڈائری لکھتے رہے اور اپنے گزرتے ہوئے تمام دنوں کے واقعات ڈائری میں محفوظ کرتے رہے اور ۱۹۹۸ء میں انھوں نے ان واقعات کو ترتیب دینا شروع کیا تو ایک سے ڈیڑھ ماہ میں یہ سفر نامہ ''مالاکو مالاکو'' مکمل ہو گیا لیکن یہ سفر نامہ کافی دیر کے بعد کتابی شکل میں منظرِ عام پر آیا۔روسی زبان میں دودھ کو ''مالاکو'' کہتے ہیں۔اصل میں یہ نثری سفر نامہ اپنی مثال آپ ہے۔اس میں روسی زبان کے بہت سے الفاظ سیکھنے کو ملتے ہیں اور ہر منظر کی عکاسی یونس متین نے اس خوبصورتی سے کی ہے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ہم بھی اس سفر میں ان کے ساتھ ساتھ ہیں۔یونس متین سفر کے شوقین بھی ہیں اور اپنے وطن سے دوری کو بھی بہت محسوس کرتے ہیں۔''عارف والا o کلومیٹر'' یونس متین کی یہ تصنیف جو کہ نظمینہ پبلی کیشنز لاہور سے ۲۰۱۶ء میں شائع ہوئی۔یہ کتاب تقریباً ۱۵۰صفحات پر مشتمل ہے۔جس میں ۵۰نظمیں شامل ہیں۔اس کی پہلی نظم ''ستارہ نوارد'' اور آخری نظم ''نئے دور کا پرانا انسان'' ہے۔اس کتاب میں شامل نظمیں مختلف موضوعات پر ہیں یعنی ہر نظم کا موضوع جُدا ہے۔ایک نظم کا نام ''عارف والا o کلومیٹر'' بھی ہے۔جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یونس متین اپنے وطن اور اپنے شہر سے دور ہو کر بھی دور نہیں ہوتے۔زعیم رشید نے یونس متین کی کتاب عارف والا o کلومیٹر کے متعلق لکھا ہے:

''زندگی کی حرکت وحرارت لیے ہوئے یہ نظمیں اپنے اندر کئی طرح کے ذائقے رکھتی ہیں، کہیں ان

کا لہجہ کڑوا اور کسیلا ہے تو کہیں مٹھاس اور شیرینی ہے۔''(۷)

یونس متین کی نظموں میں متعدد موضوعات ملتے ہیں اور ان موضوعات کا تعلق سماج کے مختلف طبقات سے ہے۔ یونس متین نے اپنے ملک کے علاوہ دوسرے ممالک کا بھی سفر کیا ہے اس لیے دوسرے ممالک کے متعلق اپنے افکار و مشاہدات کو بھی بصورتِ سفرنامہ اپنی تحریروں کا حصہ بنایا ہے۔ ان کی نظموں میں حقیقت اور کہیں کہیں رومان کا رنگ جھلکتا ہے اس لیے مطالعہ کے وقت بوریت کا احساس تک نہیں ہوتا۔ یونس متین کی نظموں میں مفلسی اور غربت کی بھرپور عکاسی ملتی ہے۔ جس طرح پاکستان میں غربت ہے اسی طرح وسط ایشیائی ریاستوں اور قازقستان میں بھی یونس متین نے بھوک اور افلاس کو بنظرِ عمیق دیکھا۔ اسی حوالے سے ان کے شعری مجموعے ''نتاشا'' میں ایک نظم کے دو مصرعے ملاحظہ فرمائیں:

ساٹھ برس کی اِک تاتاری بوڑھی عورت
چھوٹی سی دکان سجائے (۸)

یونس متین نے بہت سے ممالک کے سفر کیے ہیں تو انھیں اس بات کا شدت سے احساس ہے کہ دیارِ غیر میں وطن کی یاد کس قدر تڑپاتی ہے۔ کچھ ثقافت کی عکاسی کے لیے، کچھ سیاحت کے لیے اور کچھ روزی کمانے کے لیے لیکن بہت سے لوگ مجبوری کے ساتھ بیرونِ ممالک جاتے ہیں اور یہ سچ ہے کہ ہر کسی کو کہیں نہ کہیں اپنے وطن کی یاد ستاتی ضرور ہے:

روزنِ خواب اساطیروں کے، گلیاں دوار کا جیسی
دو آنکھوں کی جھیل میں ڈوبا شہر بہت یاد آیا (۹)

یونس متین نے علم کی اہمیت پر بھی بہت زور دیا ہے کہ علم کے بغیر انسان کچھ نہیں۔ ہر انسان کو ہر قسم کے حالات سے نمٹ کر تعلیم کے زیور سے آراستہ ہونا چاہیے؛ کیوں کہ اگر تعلیم ہوگی تو ہمارا ملک ترقی کرے گا اور قوموں میں شعور پیدا ہوگا:

یہاں چراغوں سے انسان بنائے جاتے ہیں
ضمیرِ سنگ سے شعلے اٹھائے جاتے ہیں (۱۰)

دورِ حاضر میں انسان نے اپنے آپ کو مشین بنا لیا ہے اور اتنا مصروف کر لیا ہے کہ اسے دن اور رات کا پتہ ہی نہیں چلتا اور جب مسلسل کام کر کر کے طبیعت میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے تو پھر اسے احساس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رات اور دن کیوں بنائے ہیں؟

گم گئے ہیں ہاتھ میرے فائلوں کے ڈھیر میں
آنکھ سے نیندوں کی دنیا روٹھ کر جانے کہاں پر کھو گئی (۱۱)

جہاں رات ہوتی ہے وہیں دن بھی ہوتا ہے۔ جہاں اندھیرا ہوتا ہے وہاں سویرا بھی ہوتا ہے۔ انسان نا اُمید ہوتا ہے تو عجیب سے وسوسے انسان کے دل میں پیدا ہوتے ہیں لیکن جیسے ہی بہار آتی ہے تو وسوسے، نا اُمیدیاں دلوں سے نکل جاتی ہیں۔ ان کے کلام میں یاسیت کی بجائے امید کا پہلو نمایاں ہے۔ انھوں نے اس خوبصورتی سے اچھے دنوں کی نوید سنائی ہے جو کہ قابلِ ستائش ہے:

ہوائیں تیز چلیں گی رُتیں بھی بدلیں گی

بس اِک ذرا میرے پردیسیوں کو آنے دو (۱۲)

شاعری ایک ایسا طرزِ کلام ہے جس کے ذریعے شاعر اپنے جذبات واحساسات کا اظہار کرتا ہے کیوں کہ اظہار کی مختلف صورتیں مختلف اوقات میں موثر اور کارآمد ثابت ہوتی رہی ہیں اس لیے دوسرے شعرا کی طرح یونس متین نے بھی اپنے منفرد انداز سے قارئین کے سامنے اپنی بات کا اظہار کیا ہے۔ان کی نظمیہ شاعری میں زبان و بیان کی بہت سی خوبیاں موجود ہیں۔ان کی نظموں میں سادگی، سلاست، طرزِ ادا کا بانکپن، بے ساختگی، چُستی بندش، شکوہِ الفاظ اور لطفِ زباں جیسے عناصر نمایاں نمایاں ہیں۔ان کے کلام میں فصاحت و بلاغت کی پاسداری، روزمرّہ اور محارہ کے برمحل استعمال سے زبان و بیان میں چاشنی کا عنصر در آیا ہے۔ان کی نظموں میں زبان و بیان کی صفائی، خیال کی پاکیزگی اور جملے کی روانی اور سلاست نظر آتی ہے۔

اسلوب میں بے ساختگی اُس وقت نظر آتی ہے جب کلام میں بات چیت کا سا انداز ہو اور اس میں تکلف اور تصنع کا عنصر نہ ہو۔ یونس متین کے کلام میں بے ساختگی کا عنصر بدرجہ اتم موجود ہے۔ یہ بے ساختگی کبھی استفہام سے، کبھی سوز وگداز سے اور کبھی تحسین و آفرین سے نظر آتی ہے۔ان کی نظموں میں بے ساختہ پن عیاں ہے۔مثال کے لیے شعر ملاحظہ فرمائیں:

بھیس میں تاجروں کے جو آئے ہو
کیا کیا نجانے ہمارا چرا کر چلے جاؤ گے (۱۳)

کلام کی صحت، روانی اور سلاست کو مجروح کیے بغیر دقیق اور مشکل الفاظ کو مہارت سے کام میں لانا چستی بندش کہلاتا ہے۔ یونس متین کے کلام میں کوئی شک نہیں کہ کہیں کہیں دقیق الفاظ اور مشکل تراکیب ضرور استعمال ہوئی ہیں لیکن اس کے باوجود شعر کی لطافت اور شعری حسن مجروح نہیں ہوا۔ یونس متین کی ایک نظم میں چستی بندش کی مثال ملاحظہ فرمائیں:

یہ سمندر ، سماعت سے عاری سمندر
مرے بازوؤں میں کہیں سو گیا
وقت کا جانشین بن گیا اور امر ہو گیا(۱۴)

یونس متین کے ہاں عطفی اور اضافتی تراکیب ادائے معنی میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔عہدِ رفتہ، جزوِ شعورِ بے بصر، سوختہ تن، چشمِ ماہی، قدح قدح، مقدس حسن، نشۂ خواب، سرِ آئینہ، دستِ شاہی، استخوانِ تاریخ، اقلیمِ دل، چشم و لب، زمستانِ شہرس، ساغر و صراحی، اسیرِ مشیت، رقصِ رومی، وصفِ اسلاف، طلائی پیراہن، قاقم و سنجاب، صورتِ خورشید وغیرہ جیسی چند روایتی اضافتی اور معروف تراکیب ان کے کلام میں مستعمل ہیں۔

یونس متین کی نظموں میں عطفی تراکیب کی بھی فراوانی ہے جو کہ کلام کو اور بھی خوبصورت بنا دیتی ہے۔خال وخد، زمان و مکان، خواب و تنام، دینار و درہم جیسی تراکیب ان کے کلام کا حصہ ہیں۔علاوہ ازیں ان کے کلام میں سہ لفظی تراکیب بھی بکثرت ملتی ہیں۔ مثلاً زندگی نغمۂ سرا، شبِ تیرہ نسب، خونِ دارہ دل، ابنِ آدم کا حوالہ، عشوہ پرداز جسم، کف اُڑاتی خستگی، ضعیف العمر لاٹھی، فراقِ رُت کی ہوا، اکلاپے کی دھول وغیرہ۔

یونس متین نے اضافت کے ساتھ مرکبِ عطفی کا امتزاج کچھ اس طرح کیا ہے کہ الفاظ کو نئے معانی مل گئے ہیں؛ جن سے جذبوں کا اظہار سہولت کی راہ پانے لگتا ہے مثلاً تہہ خاکِ زمین، بھوک دیوار و در، دل فگار و نوحہ خواں، آلودۂ

رنج والم، پیمانِ لب ورخسار وغیرہ شامل ہیں؛اس طرح کی تراکیب یونس متین کے کلام کو نہ صرف خوب صورت بناتی ہیں بلکہ لطفِ زبان کا حسن بھی عیاں کرتی ہیں۔چوں کہ اُردو زبان کے اندر اتنی لچک موجود ہے کہ وہ بہت سی دیگر زبانوں کے الفاظ اپنے اندر سمونے کی استطاعت رکھتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ اُردو زبان نے دنیا کی اکثر زبانوں سے کسبِ فیض کیا ہے مگر بنیادی طور پر اُردو کی رگوں میں عربی وفارسی کا لہو دوڑ رہا ہے۔فارسی الفاظ سے یونس متین نے جس طرح فیض حاصل کیا ہے اس سے ان کے کلام میں فصاحت و بلاغت کی بہار در آئی ہے۔یونس متین کے کلام میں رمزِ معشیت ،پیہم نو آموز،دستِ طلب،روزنِ خواب،چشمِ ماہی،تشنہ لب،گام بہ گام،زمستان،جاں سوختہ،درماندگی،نادیدہ سڑک،کتابِ زیست،زمان و مکاں،ریگزارِ ہجرت،تختۂ ہست،زینے پہ ایستادہ،گم گشتہ میراث،فصیلِ سربلند اور رم خوردہ ہوا جیسی تراکیب نے ان کے کلام کو اور بھی خوبصورتی ورعنائی عطا کی ہے۔یونس متین کا کلام فارسی وعربی الفاظ سے عبارت ہے لیکن ان کے کلام میں ہندی الفاظ اس طرح استعمال ہوئے ہیں کہ ان کے ہندی ہونے کا گمان تک نہیں گزرتا:

تیری ان روشن گلیوں میں خود کو ڈھونڈ رہا ہے کب سے
انگوروں کی بیلوں والی سندر شام کے شہر بخارا (۱۵)

کلام میں موسیقیت کے عنصر کو غنائیت یا ترنم سے تعبیر کیا جاتا ہے۔یونس متین کے اکثر اشعار میں موسیقیت کا عنصر نمایاں ہے۔ان کے اس غنائی پہلو کے پسِ پردہ ان کا مترنم الفاظ و بحور کا انتخاب کارفرما ہے۔مثال دیکھیے:

عشق بہتا رہا اپنی لہر میں
آج اُترا ہوں میں بھی ترے شہر میں(۱۶)

کلام کو پرتاثیر اور مسحور کن بنانے کے لیے بعض اوقات تخلص کا استعمال مختلف معانوں میں کیا جاتا ہے اور اس طرح کلام میں نئی معنویت پیدا ہو جاتی ہے۔دردؔ اور مومنؔ کو دیگر شعرا سے ممتاز کرنے کی ایک بنیادی وجہ تخلص کا ذو معنی استعمال ہے۔یونس متین کے ہاں بھی تخلص کا خوبصورت استعمال دیکھنے میں آیا ہے۔اپنے تخلص سے نئے نئے معانی نکالنے میں یونس متین کی شعوری کاوشوں کا عمل دخل ہے۔صرف ایک مثال حاضرِ خدمت ہے:

اک دن بچھڑ گئے تھے جس کی گلیوں میں ہم دونوں
آج متین وہ عارف والا شہر بہت یاد آیا (۱۷)

الفاظ کی صورت میں چلتے پھرتے تصویری پیکر تراشنا محاکات نگاری کہلاتا ہے۔یونس متین نے اپنی نظموں میں ایسے مناظر پیش کیے ہیں کہ انسان چشمِ تخیل سے ان مناظر کا بخوبی مشاہدہ کر سکتا ہے۔یونس متین کی نظموں میں استفہامیہ لہجہ اور انداز ان کی سب سے بڑی خوبی ہے۔استفہامیہ طرز ایک طرف قاری کی توجہ کے حصول کا باعث بنتا ہے اور دوسری طرف نئی جہتیں بھی متعارف کرواتا ہے:

چہرے پر خراشوں کی صلیبیں کیوں چمکتی ہیں
صلیبیں کاٹ کر میں نے تراشا تھا قلم (۱۸)
آسماں سے اترتی ہوئی سردی شام میں

کب یہ کاسہ گزاروں کی صف میں رہا (۱۹)

محاورہ اصل میں اہلِ زبان کے خاص بول چال کو کہتے ہیں۔کلام میں شگفتگی اور تازگی کا باعث محاورے کا برمحل اور موزوں استعمال ہے۔اس سے کلام کی معنویت میں تاثیر اور بعض اوقات نیا پن پیدا ہو جاتا ہے۔کاندھا دینا، مشعلِ خواب، گماں کا بدگماں، یاجوج و ماجوج، سونے کی چڑیا، چشمِ خورشید، جھرنوں کے گیت اور گم گشتہ میراث جیسے محاورات یونس متین کے کلام میں شامل ہیں۔ان کی شاعری میں محاورات کے استعمال سے کلام میں زورِ بیان کے ساتھ ساتھ شیرینی اور لطفِ زبان کا حسن بھی نمایاں ہو گیا ہے۔ان کے کلام میں محاورے کی بندش اس فطری انداز میں ہوئی ہے کہ محاورہ کلام میں جذب ہو کر رہ گیا ہے۔ان کی نظموں میں محاورات کے استعمال کی مثالیں درج ذیل ہیں:

ستارے۔۔۔۔

کاندھا دینے آچکے ہیں، ڈوبتے سورج کی میت کو (۲۰)

ہوا کی میتوں کو بھر کے اپنے بازوؤں میں

بین کرنا چاہتی ہے (۲۱)

سہلِ ممتنع ایسا کلام ہوتا ہے جو بظاہر سادہ اور سہل معلوم ہو مگر جب کوئی شاعر خود ویسا کلام لکھنا چاہے تو دشواری محسوس کرے۔کلام میں سیدھے سبھاؤ، تصنع اور بناوٹ سے ہٹ کر بیان کرنا سہلِ ممتنع ہے۔یونس متین کے کلام میں سہلِ ممتنع کی مثالیں بکثرت ملتی ہیں۔عباس علی عارفی؛ یونس متین کی شاعری کے حوالے سے اپنی رائے کا اظہار یوں کرتے ہیں:

''یونس متین کی شاعری میں ایک ایسا طلسم پنہاں ہے جو پڑھنے والوں کے لیے ہر آن نئے جہانوں اور حیرتوں کے دروازے کھولتا چلا جاتا ہے اور قاری کو ان دیکھی دنیا کے قریب کر دیتا ہے۔تہذیبی عمرانی اور روحانی تناظر میں گندھی اس کی نظمیں ایک نئی مہک اور معنویت کے ساتھ ہر دور کے انسان پر ایک مختلف پہلو سے منکشف ہوتی ہیں۔ن م راشد اور مجید امجد کے بعد یونس متین کا نام نظم گوئی کی اس تکون کو مکمل کرتا نظر آتا ہے۔'' (۲۲)

علمِ بیان کے ذریعے ایک بات کو مختلف انداز میں پیش کیا جاتا ہے؛ جس سے کلام کی معنوی و صوتی تفہیم نکھر کر سامنے آجاتی ہے۔یونس متین کے ہاں علمِ بیاں کا خوبصورت استعمال ملتا ہے:

مقدر کی دہلیز پر مر گیا

شور اندر کا سہا ہوا (۲۳)

لغت میں تلمیح کے لفظی معنی ہیں ''اچٹتی نگاہ ڈالنا''۔کلام میں کسی قصّہ کی طرف اشارہ کرنا؛ جس سے کوئی قرآنی یا تاریخی واقعہ تصور میں گردش کر جائے تلمیح کہلاتا ہے۔مثال ملاحظہ فرمائیں:

کتنے چنگیزوں کی ہیبت کے نشاں؟

کتنے فرعونوں کی اندھی کبریائی؟ (۲۴)

کلام میں ایک لفظ کو دو یا دو سے زیادہ مرتبہ دہرانا صنعتِ تکرار کہلاتا ہے۔یونس متین نے مذکورہ صنعت کے

استعمال سے جس خوش سلیقگی اور خوش ذوقی کا مظاہرہ کیا ہے وہ یقیناً قابلِ تحسین ہے۔ان کے ہاں لفظی تکرار کے مختلف انداز ملتے ہیں۔ایک انداز دیکھیے :

چلمن چلمن منڈلاتے ہو
گلیوں گلیوں پھرتے ہو (۲۵)

یونس متین کی شعری تخلیقات میں سے سب سے پہلا مجموعہ منظوم سفر نامہ ''اِک چکر ہے میرے پاؤں میں'' ہے جو ایک خوب صورت سفر نامہ ہے اور وہ اپنی مثال آپ ہے۔اس سفر نامہ کے متعلق بہت سارے ادبا اور شعرا نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ان کے اس سفر نامہ کے حوالے سے احمد ندیم قاسمی کی رائے ہے:

''یونس متین کا منظوم سفر نامہ تو ایک تخلیقی فن پارہ ہے جس میں ہر مقام اور شخصیت کے گرد حسن وجاذبیت کا ایک ایسا ہالہ بُن دیا گیا ہے کہ ہر صفحہ کو بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔''(۲۶)

یونس متین کا یہ سفر نامہ ۱۹۹۱ء کو شائع ہوا اور اس کی اشاعت کا اہتمام آئینہ ادب چوک مینار، انارکلی سرکلر روڈ لاہور نے کیا۔اس سفر نامہ کے ۱۳ حصے ہیں۔جن میں سے ۴ تو یونس متین کے دوستوں کے مضامین ہیں اور ایک خود ان کا اپنا مضمون ''سفر سے پہلے'' ہے جبکہ ان کے چار دوستوں جن میں ظفر اقبال، عطاء الحق قاسمی، قاضی ظفر اقبال اور کیپٹن راؤ عطاء محمد خاں نے اس سفر نامہ پر اپنے اپنے خیال کا اظہار کیا ہے اور ہر پہلو سے مذکورہ سفر نامہ کا جائزہ بھی لیا ہے۔اس سفر نامہ میں یونس متین نے پہلی نظم ''سلوانا'' لکھی جسے ان کے دوستوں نے بہت سراہا۔انھوں نے جس طرح دو خوبصورت سفر نامے ''اک چکر ہے مرے پاؤں میں'' اور ''مالا کو مالا کو'' لکھے ہیں اور ان میں قافیہ، ردیف اور تمام بحور کو جس طرح استعمال کیا ہے وہ تمام خصائص قابلِ تحسین ہیں۔ان سفر ناموں کے لکھنے کا اسلوب اتنا عمدہ ہے گویا پڑھنے والا خود کو بھی مصنف کے ساتھ ساتھ محسوس کرتا ہے۔ان سفر ناموں میں ہر مقام اور ہر شخصیت کے گرد حسن وجاذبیت کا ایک ایسا ہالہ بنا دیا گیا ہے کہ ہر صفحے کو بار بار پڑھنے کو دل کرتا ہے اور کوئی شخص بھی اس کو داد دیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

یونس متین ایک صاحبِ اسلوب شاعر ہیں۔ان کا شعری اسلوب سادگی، سلاست، روانی، بے ساختگی، زورِ بیان اور سوز و گداز سے متصف ہے۔اُن کا لفظی نظام روز مرہ، مترادفات اور محاورات سے عبارت ہے لیکن متضاد الفاظ کا بیان انھیں بے حد مرغوب ہے۔لفظیات کے حوالے سے انھوں نے روایت کی پاسداری کے ساتھ نئی تراکیب بھی وضع کی ہیں جس کی وجہ سے ان کے کلام کو اسلوب کی روایت اور جدت کا امتزاج قرار دیا جا سکتا ہے۔ان کی نظمیں جمالیاتی حس اور فکرِ رسا کی غماز ہیں۔ان کے کلام میں آبرومندی اور حسن افروزی کا عنصر نمایاں ہے۔ان کا مقصد قاری کو نئی لذت اور سرشاری سے آشنا کرنا ہے اور ان کی دوہے کی بحر میں لکھی گئی غزلیں انوکھی کیفیات اور خاص روحانی واردات کا عنصر رکھتی ہیں۔وہ تخلیق کے عمیق پردوں سے غزل کی تخلیق کرتے ہیں اور پھر وہ غزل زندگی کے ستاروں اور سیاروں سے ہوتی ہوئی مابعد کی وسعتوں میں نکل جاتی ہے؛ جہاں اشعار انھیں دل کی وارداتوں سے زیادہ زخم دکھائی دینے لگتے ہیں۔

یہ شعر کب ہیں مرے دل کی وارداتیں ہیں
یہ میرے زخم ہیں سارے یہ شاعری کب ہے؟(۲۷)

حوالہ جات

۱۔ مذکورہ معلومات یونس متین کے قومی شناختی کارڈ سے لی گئی ہیں۔
۲۔ مرزا غالب کا شعر، مشمولہ: ایک چکر ہے مرے پائوں میں، از: یونس متین، (لاہور: آئینہ ادب چوک مینار انارکلی، ۱۹۹۱ء)
۳۔ یونس متین، اظہارِ تشکر، مشمولہ: ایک چکر ہے مرے پائوں میں، ص ۶
۴۔ ایضاً، ص ۹
۵۔ یونس متین، نتاشا، (لاہور: نظمینہ پبلی کیشنز، دسمبر ۲۰۱۵ء)، ص ۶
۶۔ طارق سندھی، مضمون، مشمولہ: نتاشا، ص ۸
۷۔ زعیم رشید، فلیپ، مشمولہ: عارف والا 0کلو میٹر، از: یونس متین، (لاہور: نظمینہ پبلی کیشنز، ۲۰۱۶ء)
۸۔ نتاشا، ص ۱۵
۹۔ ایضاً، ص ۳۴
۱۰۔ یونس متین، عارف والا 0کلو میٹر، ص ۳۳
۱۱۔ ایضاً، ص ۸۴
۱۲۔ نتاشا، ص ۷۰
۱۳۔ ایضاً، ص ۴۴
۱۴۔ عارف والا 0کلو میٹر، ص ۱۶
۱۵۔ نتاشا، ص ۴۱
۱۶۔ ایضاً، ص ۱۴
۱۷۔ عارف والا 0کلو میٹر، ص ۳۵
۱۸۔ ایضاً، ص ۶۸
۱۹۔ ایضاً، ص ۱۳
۲۰۔ ایضاً، ص ۸۷
۲۱۔ ایضاً، ص ۸۷
۲۲۔ عباس علی عارفی، فلیپ، مشمولہ: عارف والا 0کلو میٹر
۲۳۔ نتاشا، ص ۱۲۸
۲۴۔ عارف والا 0کلو میٹر، ص ۵۴
۲۵۔ نتاشا، ص ۵۷
۲۶۔ احمد ندیم قاسمی، فلیپ: ایک چکر ہے مرے پائوں میں، از: یونس متین
۲۷۔ یونس متین، لباس، (لاہور: نظمینہ پبلی کیشنز، ۲۰۱۶ء)، ص ۶